OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Epistemology: Vol.16, Issue 17 June 2025

فلسطین میں قیام امن کیلئے ابراہم اکارڈ کے تناظر میں مشرق وسطی کا مستقبل

The Future of the Middle East in the Context of the Abraham Accords for Peace in Palestine

Muhammad Saqib
Senior Sub Editor ,Daily Express Lahore.

Hafiz Abdul Majid
P.H.D scholar, Department of Islamic studies ,U.E.T Lahore.

Abstract: The Abraham Accords, signed in 2020 under the mediation of the United States, represent a landmark shift in Middle Eastern diplomacy. Through these agreements, Israel normalized relations with several Arab states, including the United Arab Emirates, Bahrain, Morocco, and Sudan. The accords were introduced as a step toward regional peace, religious tolerance, and economic cooperation among the Abrahamic faiths — Judaism, Christianity, and Islam. However, the Palestinian question, central to the Arab-Israeli conflict for decades, was marginalized in this process. Supporters of the accords view them as a constructive framework for coexistence and development, while critics consider them a political manoeuvre designed to legitimize Israel's regional dominance and undermine Palestinian aspirations for statehood. This study explores the historical and political background of the Palestinian conflict, the motivations behind the Abraham Accords, and their implications for peace and stability in the Middle East. It also examines the ongoing humanitarian crisis in Gaza, highlighting the tension between diplomatic normalization and moral responsibility. The paper argues that sustainable peace in the Middle East cannot be achieved through strategic alliances or temporary truces alone. True peace demands justice, recognition of Palestinian sovereignty, and the protection of human rights for all. The Abraham Accords, therefore, may serve as a test case for the world —

whether political convenience will prevail, or genuine reconciliation based on equality and justice will guide the region's future.

Keywords:
Abraham Accords, Middle East Diplomacy, Palestinian Sovereignty, Human Rights, Regional Peace

ابراہم اکارڈ (Abraham Accords) ایک ایسا سفارتی معاہدہ ہے جو 2020ء میں امریکہ کی ثالثی سے اسرائیل اور متعدد عرب ممالک کے درمیان طے پایا۔اس معاہدے نے مشرقِ وسطیٰ کی سیاسی حرکیات کو یکسر بدل دیا۔ متحدہ عرب امارات، بحرین، مراکش اور سوڈان جیسے ممالک نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات معمول پر لا کر ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ اگرچہ ان معاہدات کو امن، ترقی،اور بین المذاہب رواداری کے عنوان سے پیش کیا گیا، لیکن ان کے نتیجے میں فلسطینی مسئلہ پس منظر میں چلا گیا۔ فلسطینی قیادت نے اسے ''غداری'' اور ''فلسطینی عوام کے حقِ خود ارادیت کے خلاف سازش''قرار دیا۔

موضوع کی ضرورت واہمیت

ابراہم اکارڈ کو بعض حلقے مشرقِ وسطیٰ میں امن اور تعاون کی نئی بنیاد کے طور پر پیش کرتے ہیں، مگر درحقیقت یہ معاہدہ خطے کی طاقتوں کے درمیان توازنِ قوت کو از سرِ نو ترتیب دینے کی ایک بڑی کوشش دکھائی دیتا ہے۔اس معاہدے کے بعد اسرائیل نے نہ صرف سفارتی سطح پر اپنی پوزیشن مضبوط کی بلکہ خلیجی ممالک کے ساتھ اقتصادی ودفاعی اشتراک کے ذریعے اپنی علاقائی اہمیت کو بھی مستحکم کیا۔ دوسری جانب، فلسطینی مسئلہ پس منظر میں چلا گیااور امتِ مسلمہ کے اندر وحدت کے بجائے اختلافات بڑھنے لگے۔ بین المذاہب ہم آہنگی کے نام پر جو نئی راہیں کھولی جارہی ہیں، وہ بظاہر مکالمے اور تعاون کی نمائندگی کرتی ہیں مگر ان کے پس منظر میں مغربی طاقتوں کے سیاسی مفادات بھی کارفرما ہیں۔اس صورتِ حال نے مذہبی رہنماؤں، خصوصاً مسلم علما کے لیے ایک نیا فکری چیلنج پیدا کیا ہے کہ وہ امن، انصاف اور امتِ واحدہ کے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس معاہدے کے حقیقی مضمرات کو اجاگر کریں۔ چنانچہ ابراہم اکارڈ کا مطالعہ محض ایک سفارتی یا سیاسی واقعہ نہیں، بلکہ یہ جدید عالمی سیاست میں مذہب کے کردار، طاقت کی حرکیات، اور مشرقِ وسطیٰ کے مستقبل کی سمت کے تعین کا ایک نیا باب ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

ابراہم اکارڈ اور اس کے فلسطین میں قیامِ امن پر اثرات سے متعلق براہِ راست تحقیقی کام نہایت محدود ہے اور اردو زبان میں اس موضوع پر کوئی تحقیقی مقالہ یا علمی تجزیہ موجود نہیں جو مشرقِ وسطیٰ کے مستقبل کو پرکھتا ہو۔ اکثر بین الاقوامی مضامین یا رپورٹس صرف اسرائیلی یا امریکی بیانیے تک محدود ہیں اور فلسطینی مؤقف یا مسلم دنیا کے ردِ عمل کو تفصیل سے بیان نہیں کرتے۔

لہٰذا یہ تحقیق اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک منفرد علمی کاوش ہے، جو نہ صرف ابراہم اکارڈ کے سیاسی و مذہبی مضمرات کو اجاگر کرتی ہے بلکہ اسے فلسطینی ریاست کے قیام اور خطے کے امن و استحکام کے ساتھ مربوط کر کے پیش کرتی ہے۔

سوالاتِ تحقیق

1. ابراہم اکارڈ (Abraham Accords) کیا ہے اور اس کے پسِ منظر میں کون سے سیاسی و مذہبی عوامل کارفرما تھے؟
2. ابراہم اکارڈ کے ذریعے مشرقِ وسطیٰ میں طاقت کے توازن میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں؟
3. کیا ابراہم اکارڈ واقعی امن و استحکام کا ضامن ہے یا اسرائیلی و امریکی مفادات کا عکاس؟
4. کیا ابراہم اکارڈ اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے؟
5. مسلمانوں، مسیحیوں اور یہودیوں کے مختلف مذہبی و فکری طبقات نے ابراہم اکارڈ پر کیا ردِ عمل ظاہر کیا؟
6. ابراہم اکارڈ کے معاشی و ماحولیاتی اثرات مشرقِ وسطیٰ کے امن و ترقی پر کیسے اثر انداز ہو رہے ہیں؟

مقاصدِ تحقیق

1. ابراہم اکارڈ کے تاریخی، سیاسی، مذہبی اور فکری پس منظر کا تحقیقی تجزیہ پیش کرنا۔
2. اسرائیل اور عرب ممالک کے درمیان تعلقات کی تبدیلی اور اس کے پسِ پردہ عوامل کو واضح کرنا۔
3. فلسطینی عوام کے حقوق، خود مختاری، اور اسلامی نقطۂ نظر سے امن کے تصور کا جائزہ لینا۔
4. مسلم، مسیحی اور یہودی رہنماؤں کے نظریات اور تاثرات کا تقابلی مطالعہ کرنا۔

5. مشرقِ وسطیٰ میں ابراہم اکارڈ کے سیاسی، معاشی، اور ماحولیاتی اثرات کا تجزیہ کرنا۔

منہج واسلوب

اس تحقیق میں **تجزیاتی** (Analytical) اور **توصیفی** (Descriptive) منہج کو اختیار کیا گیا ہے۔ مطالعے کا مقصد ابراہم اکارڈ کے تاریخی پس منظر، سیاسی محرکات، مذہبی تاثرات، اور اس کے نتیجے میں مشرقِ وسطیٰ میں امن واستحکام کے امکانات کا تحقیقی جائزہ لینا ہے۔ تحقیق کے دوران درج ذیل اسلوب اختیار کیا گیا:

1. **تاریخی منہج:** (Historical Method)

ابراہم اکارڈ سے پہلے اور بعد کے سیاسی و مذہبی حالات کو تاریخی تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ معاہدے کے اسباب اور نتائج واضح ہوں۔

2. **تجزیاتی منہج:** (Analytical Method)

مختلف سیاسی رہنماؤں، علماء، اور بین الاقوامی تجزیہ کاروں کی آراء کا تنقیدی و تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعے یہ سمجھنے کی کوشش کی گئی کہ آیا یہ معاہدہ حقیقی امن کا باعث ہے یا محض طاقت کے توازن کی ایک نئی حکمتِ عملی۔

3. **توصیفی منہج:** (Descriptive Method)

تحقیق میں مختلف بین الاقوامی رپورٹس، میڈیا تجزیات، اور سفارتی بیانات کو بیان کرتے ہوئے ان کا خلاصہ و تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

4. **تقابلی منہج:** (Comparative Approach)

مسلمان، یہودی، اور مسیحی علما کے ابراہم اکارڈ سے متعلق نظریات و تاثرات کا تقابلی مطالعہ کیا گیا تاکہ بین المذاہب نقطۂ نظر واضح ہو سکے۔

5. **ذریعہ تحقیق:** (Sources of Data)

- تحقیقی مضامین
- اخبارات

- آن لائن ویب سائٹس

6. اسلوبِ بیان:(Writing Style)

زبان شستہ، واضح اور تحقیقی معیار کے مطابق رکھی گئی ہے۔

ابراہیم اکارڈ کا تعارف

ابراہیمی معاہدہ کئی معاہدوں کا ایک مجموعہ ہے جس نے اسرائیل اور متعدد عرب ریاستوں کے مابین سفارتی تعلقات قائم کیے، جس کا آغاز متحدہ عرب امارات اور بحرینکے معاہدے سے ہوا۔[1] جس کا اگست اور ستمبر 2020 میں اعلان کیا گیا اور 15 ستمبر 2020 کو واشنگٹن، ڈی سی میں دستخط کیے گئے، ان معاہدوں کی ثالثی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے تحت ریاستہائے متحدہ نے کی۔[2] متحدہ عرب امارات اور بحرین 1994 میں اردن کے بعد اسرائیل کو باضابطہ طور پر تسلیم کرنے والے پہلے عرب ممالک بن گئے۔ اس کے بعد، سوڈان اور مراکش نے بھی اسرائیل کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے پر اتفاق کیا، حالانکہ سوڈان کا معاہدہ 2024 تک غیر تصدیق شدہ ہے۔ جولائی 2025 میں، یہ اطلاع ملی کہ ٹرمپ کی دوسری انتظامیہ شام لبنان اور سعودی عرب کو شامل کرنے کے لیے معاہدوں کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔[3]

پس منظر

اسرائیل اور فلسطین کے درمیان امن عمل 1993 اور 1995 میں اوسلو معاہدے کے ساتھ آگے بڑھا تھا لیکن بعد میں دوسرا انتفاضہ کے آغاز اور امریکی صدر کے طور پر پرعزم امن دلال بل کلنٹن کی مدت کے خاتمے کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ اسرائیل نے مغربی کنارے میں بستیوں کی تعمیر میں اضافہ کیا اور 2005 میں غزہ سے نکل گیا۔ 2006 کے انتخابات میں غزہ میں حماس کے اقتدار میں آنے کے بعد، اسرائیل نے 2008 سے مصر کی مدد سے غزہ کی ناکہ بندی کو سخت کرنا شروع کیا۔[4] اسرائیل اور سنی عرب ریاستوں کے درمیان 2010 کی دہائی میں شیعی ایران اور اس کے جوہری پروگرام کے مشترکہ خوف کی وجہ سے مفاہمت ہوئی۔ 2017 تک، سعودی عرب کے ساتھ غیر سرکاری تعاون کم از کم 5 سالوں سے جاری تھا، دونوں ممالک کی انٹیلی جنس سروسز ایک دوسرے کی مدد کر رہی تھیں اور حکام باقاعدگی سے انٹیلیجنس کا اشتراک کرتے تھے۔[5] 2016 تک، اعلی اسرائیلی- فلسطینی اور اسرائیلی- عرب سیاست دانوں کے مابین

سربراہی اجلاس اور کانفرنس اور ان کی سیکیورٹی اور انٹیلی جنس خدمات کے مابین براہ راست رابطے نہ صرف معمول بن چکے تھے بلکہ بڑے عرب میڈیا میں کھل کر تبادلہ خیال کیا گیا تھا۔[6]

2018 میں عمانی وزیر خارجہ نے یروشلم کا دورہ کیا اور نیتن یاہو نے اپنے قومی سلامتی کے مشیر اور موساد کے سربراہ کے ہمراہ اکتوبر میں عمان کا دورہ کیا تاکہ "مشرق وسطی میں امن عمل کو آگے بڑھایا جاسکے اور ساتھ ہی مشرق وسطی میں قیام امن کے حصول سے متعلق مشترکہ مفاد کے متعدد امور۔[7] اس کے علاوہ اکتوبر 2018 میں، اسرائیلی وزیر کھیل نے 2018 کے جوڈو گرینڈ سلیم ابوظہبی میں شرکت کی۔[8] دو اسرائیلی جوڈوکوں نے سونے کے تمغے جیتے اور ایوارڈ کی تقریبات کے دوران اسرائیل کا قومی ترانہ بجایا گیا، جو خلیجی ریاست کے کھیلوں کے مقابلوں میں پہلا تھا۔ اگست 2019 میں، اسرائیل کے وزیر خارجہ نے ایران کے ساتھ بڑھتی ہوئی کشیدگی کے درمیان امارات کے ساتھ فوجی تعاون کا اعلان کیا۔[9]

فروری 2019 وارسا کانفرنس کی تجویز امریکا نے ایران کے خلاف اتحاد بنانے کے ارادے سے پیش کی تھی۔ مغربی یورپی ریاستوں کی ایران جوہری معاہدہ سے دستبرداری اور ایران کے خلاف معاشی پابندیوں کی بحالی کی مخالفت کی وجہ سے، میزبان پولینڈ نے دو روزہ کانفرنس کے ایران مخالف پہلوؤں کو نظرانداز کیا اور پولینڈ-امریکا کے اختتامی بیان میں ایران کا ذکر نہیں کیا گیا۔[10] حاضری میں موجود 70 ممالک کے نمائندوں میں متعدد عرب عہدے دار تھے، جس نے 1991 میں میڈرڈ امن کانفرنس کے بعد پہلی صورت حال پیدا کی جہاں ایک اسرائیل رہنما اور سینئر عرب عہدے دار مشرق وسطی پر مرکوز ایک ہی بین الاقوامی کانفرنس میں شریک تھے۔ اس وقت میڈرڈ کانفرنس نے اوسلو معاہدے کے لیے مرحلہ طے کیا۔ جن لوگوں سے اسرائیلی وزیراعظم بینجمن نیتن یاہو نے ملاقات کی ان میں عمانی وزیر خارجہ یوسف بن علاوی بن عبداللہ بھی شامل تھے۔ جن کے ملک کا انھوں نے اکتوبر 2018 میں دورہ کیا تھا۔ اس وقت نیتن یاہو کے دورے کے دو دن بعد، بن علاوی نے بحرین میں ایک کانفرنس کے دوران تجویز پیش کی کہ اب وقت آگیا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ مشرق وسطی کی دیگر ریاستوں کی طرح سلوک کیا جائے اور بحرینی اور سعودی عرب کے حکام نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔[11]

جنوری 2020 میں، ٹرمپ نے اسرائیل کے وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس میں مشرق وسطی کے لیے ٹرمپ کا امن منصوبہ کا اعلان کیا۔ اس منصوبے میں اسرائیل کے دارالحکومت کے طور پر ایک متحد یروشلم اور وادی اردن اور مغربی کنارے میں یہودی بستیوں پر اسرائیلی خود مختاری فراہم کی گئی، جو تقریباً 30% علاقے کے الحاق کے مترادف ہے۔ فلسطینیوں کو مصر کی سرحد کے قریب کچھ صحرا کے علاقے، محدود خود مختاری اور متعدد اسرائیلی انکلیوز کے ساتھ ایک غیر متصل ریاست ملے گی۔[12] نیو یارک ٹائمز نے لکھا ہے کہ "اسے امن کے لیے ایک سنجیدہ خاکہ کے طور پر دیکھنے کی بجائے، تجزیہ کاروں نے اسے ایک صدر کی طرف سے مواخذے کے مقدمے کے درمیان ایک سیاسی دستاویز قرار دیا جو مسٹر نیتن یاہو کے ساتھ مل کر کام کر رہے تھے، جو ایک وزیر اعظم ہیں جن پر مجرمانہ فرد جرم عائد کی گئی ہے جو ایک سال میں اپنے تیسرے انتخاب کا سامنا کرنے والے ہیں۔"[13]

ابراہم اکارڈ کی تاریخ

جب نیتن یاہو نے مئی 2020 میں عہدہ سنبھالا تو انھوں نے عندیہ دیا کہ ان کی کابینہ جولائی میں مغربی کنارے کے بعض حصوں کے الحاق پر غور شروع کرے گی، جیسا کہ ٹرمپ امن منصوبے میں تجویز کیا گیا تھا۔[14]

جنوری 2017 میں ڈونلڈ ٹرمپ امریکہ کے صدر بنے تو انہوں نے اپنے داماد جیرڈ کُشنر کو وائٹ ہاؤس میں صدارتی مشیر مقرر کیا۔ جیرڈ کشنر ایک روایتی یہودی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ صدر ٹرمپ کی بیٹی ایوانکا ٹرمپ کے شوہر ہیں۔ امریکی صدر نے جیرڈ کشنر کو ان کے یہودی پس منظر اور اسرائیلی وزیرِاعظم بنیامین نیتن یاہو سے خاندانی تعلقات کی بنا پر مشرقِ وسطیٰ میں امن کے لیے قابلِ عمل منصوبہ تیار کرنے کی ذمہ داری دی۔

جیرڈ کشنر نے واشنگٹن میں اُن لوگوں سے ملاقاتیں شروع کیں جو پہلے سے عرب۔ اسرائیل تنازعہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے۔ بعد ازاں انہوں نے مشرقِ وسطیٰ کے مختلف ممالک سے پسِ پردہ گفتگو شروع کی تاکہ ان کا نقطۂ نظر بھی امن منصوبے میں شامل کیا جا سکے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے بنیامین نیتن یاہو اور فلسطینی اتھارٹی کے سربراہ محمود عباس سے بھی ملاقاتیں کیں۔

ان ملاقاتوں کے بعد منصوبے کے خدوخال واضح ہونے لگے۔ منصوبے پر ردِ عمل جانچنے کے لیے 25 اور 26 جون 2019 کو بحرین کے دارالحکومت منامہ میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا جسے ورکشاپ کہا گیا اور اس کا عنوان تھا

"Peace to Prosperity" یعنی امن سے خوشحالی تک۔ اس ورکشاپ میں عرب ممالک کے وزرائے خزانہ شریک ہوئے۔

جیرڈ کشنر نے اس اجلاس میں 100 سے زائد صفحات پر مشتمل ایک کتاب پیش کی، جس کے مطابق آئندہ 10 برسوں میں 50 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری ہونی تھی، جس میں سے نصف سرمایہ فلسطینی علاقوں یعنی غزہ اور مغربی کنارہ میں لگایا جانا تھا۔ امریکہ اور بحرین کی مشترکہ میزبانی میں ہونے والی اس ورکشاپ میں سعودی عرب سمیت خلیجی ممالک نے اس منصوبے کو سراہا اور سرمایہ کاری کی حمایت بھی کی۔

ورکشاپ میں پیش کیے گئے نقشے میں فلسطینی علاقوں کو علیحدہ اور اسرائیل کو الگ دکھایا گیا تھا، تاکہ یہ پیغام دیا جا سکے کہ ایک علیحدہ فلسطینی ریاست قائم کی جائے گی۔ یہ دراصل عرب ممالک کے پچھلے 25 سال کے مؤقف کے مطابق تھا کہ اگر آزاد فلسطینی ریاست قائم ہو جائے تو وہ اسرائیل کو تسلیم کر لیں گے۔

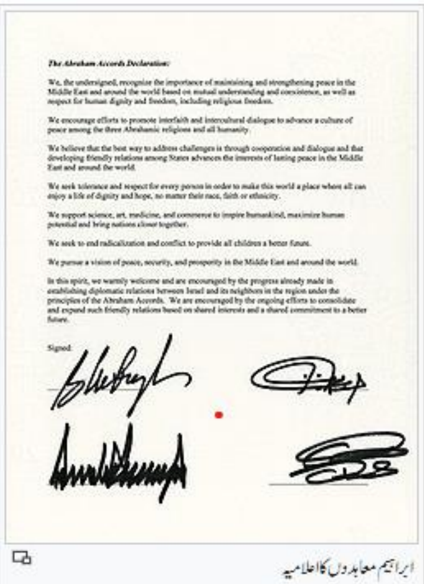
The Abraham Accords Declaration:

We, the undersigned, recognize the importance of maintaining and strengthening peace in the Middle East and around the world based on mutual understanding and coexistence, as well as respect for human dignity and freedom, including religious freedom.

We encourage efforts to promote interfaith and intercultural dialogue to advance a culture of peace among the three Abrahamic religions and all humanity.

We believe that the best way to address challenges is through cooperation and dialogue and that developing friendly relations among States advances the interests of lasting peace in the Middle East and around the world.

We seek tolerance and respect for every person in order to make this world a place where all can enjoy a life of dignity and hope, no matter their race, faith or ethnicity.

We support science, art, medicine, and commerce to inspire humankind, maximize human potential and bring nations closer together.

We seek to end radicalization and conflict to provide all children a better future.

We pursue a vision of peace, security, and prosperity in the Middle East and around the world.

In this spirit, we warmly welcome and are encouraged by the progress already made in establishing diplomatic relations between Israel and its neighbors in the region under the principles of the Abraham Accords. We are encouraged by the ongoing efforts to consolidate and expand such friendly relations based on shared interests and a shared commitment to a better future.

Signed:

ابراہیم معاہدوں کا اعلامیہ

یہی منصوبہ بعد میں صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے "Vision of Peace" (امن کا تصور) کی بنیاد بنا، جو 28 جنوری 2020 کو وائٹ ہاؤس میں خود ٹرمپ نے پیش کیا۔ اس موقع پر اسرائیلی وزیرِاعظم نیتن یاہو بھی موجود تھے، جس سے ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اسرائیل اس منصوبے کی منظوری دے چکا ہے۔

ڈونلڈ ٹرمپ کے اس منصوبے میں وہ اقتصادی پہلو بھی شامل تھا جو جیرڈ کشنر نے بحرین میں پیش کیا تھا۔ منصوبے میں فلسطینی ریاست کا نقشہ بھی وہی تھا۔ جب ٹرمپ نے یہ منصوبہ پیش کیا تو اس میں سیاسی تفصیلات بھی شامل تھیں۔ اس منصوبے کے اہم نکات یہ تھے:

فلسطینیوں کو ایک قومی ریاست دی جائے گی جو غزہ اور دریائے اردن کے مغربی کنارے پر مشتمل ہو گی۔ یہ ریاست 1967 کی عرب۔اسرائیل جنگ سے پہلے کی سرحدوں پر قائم ہو گی اور اسرائیل کو کچھ علاقہ فلسطینی ریاست کے لیے دینا ہو گا۔ تاہم یہ ریاست کسی قسم کی فوج یا ایسے ہتھیار نہیں رکھ سکے گی جو اسرائیل پر حملے کے لیے استعمال ہوں۔ اسرائیل کو یہ حق حاصل ہو گا کہ اگر فلسطین میں کوئی ایسا ہتھیار یا تنظیم سامنے آئے جو اس کی سلامتی کے لیے خطرہ ہو تو وہ اسے ختم کر سکے۔ فلسطینی ریاست کسی دوسرے ملک سے علیحدہ معاہدہ یا انٹیلی

جنس تعاون نہیں کر سکے گی۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اسرائیل پر ہو گی۔ اندرونی معاملات کے لیے اگر کوئی پولیس یا مسلح ادارہ بنایا گیا تو وہ اسرائیل سے مشاورت کے بعد ہی ممکن ہو گا۔

یروشلم (Jerusalem) اسرائیل کے پاس رہے گا، تاہم تمام مذاہب کے ماننے والوں کو وہاں آنے کی آزادی ہو گی۔ فلسطینی ریاست کا دارالحکومت مشرقی یروشلم میں ہوگا، جس کا نام "القدس" رکھا جا سکتا ہے۔ امریکہ اپنا سفار تخانہ بھی اسی دارالحکومت میں قائم کرے گا۔

غزہ اور مغربی کنارے کے درمیان اسرائیلی علاقے سے گزرنے کے لیے تقریباً 30 کلومیٹر طویل زیرِ زمین سرنگ بنائی جائے گی تاکہ اسرائیل کو زمینی راستے پر چوکیاں بنانے کی ضرورت نہ پڑے۔

فلسطینی ریاست کو دہشت گردی کے خلاف کام کرنا ہوگا اور ان دہشت گردوں سے لاتعلقی ظاہر کرنی ہو گی جنہوں نے اسرائیل پر حملے کیے ہوں۔ فلسطینی مذاکرات میں کوئی ایسا شخص شامل نہیں ہو سکے گا جس پر اسرائیل کو اعتراض ہو کہ وہ دہشت گردی کی حمایت کرتا ہے۔

فلسطینی ریاست کے قیام کے بعد امریکہ عالمی برادری کے ساتھ مل کر اس کی تعمیر و ترقی میں حصہ لے گا۔ جیرڈ کشنر کا یہ منصوبہ امریکی پالیسی کا حصہ بن گیا۔

بعد ازاں مختلف عرب ممالک کو اس منصوبے کے تحت اسرائیل کو تسلیم کرنے پر آمادہ کیا جانے لگا۔ جون 2020 میں ایک علیحدہ مختصر معاہدہ تیار کیا گیا، جس میں حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات سے وابستہ تینوں مذاہب — یہودیت، عیسائیت اور اسلام — کے درمیان امن و ترقی کا ذکر کیا گیا۔

اس معاہدے پر دستخط کے لیے سب سے پہلے جس ملک سے صدر ٹرمپ نے رابطہ کیا وہ متحدہ عرب امارات تھا۔ 13 اگست 2020 کو وائٹ ہاؤس میں ایک آن لائن کانفرنس کے دوران ڈونلڈ ٹرمپ، بنیامین نیتن یاہو اور امارات کے ولی عہد (موجودہ صدر) محمد بن زاید النہیان کے درمیان تفصیلی بات چیت ہوئی، اور دسمبر 2020 میں متحدہ عرب امارات نے اسرائیل کو باقاعدہ تسلیم کر لیا۔

اس کے بعد بحرین اور مراکش نے بھی اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم کر لیے۔ امریکہ کی کوشش ہے کہ سعودی عرب بھی ابراہام اکارڈز پر دستخط کرے، مگر تاحال اس نے ایسا نہیں کیا۔ تاہم صدر ٹرمپ کے پہلے دورِ حکومت میں ہی سعودی عرب نے پہلی بار اسرائیلی طیاروں کو اپنی فضائی حدود استعمال کرنے کی اجازت دے دی تھی۔[15]

ابراہیمی اکارڈ کا پوشیدہ مقصد

یہ معاہدہ دراصل اسرائیل کو بطور ریاست تسلیم کرنے کا باقاعدہ اعلان تھا، جسے "ابراہام اکارڈز" (معاہدہ ابراہیمی) کہا گیا۔ اس معاہدے کے متن میں کہا گیا کہ ہم مشرقِ وسطیٰ اور دنیا بھر میں امن کے قیام، باہمی افہام و تفہیم، انسانی آزادی، مذہبی رواداری اور بین المذاہب مکالمے کی حمایت کرتے ہیں۔ ہم سائنس، طب اور تجارت کے ذریعے انسانی زندگی کو بہتر بنانے کے حامی ہیں اور انتہا پسندی کے خاتمے کے خواہاں ہیں تاکہ بچوں کے لیے بہتر مستقبل فراہم کیا جا سکے۔[16]

ابراہم اکارڈ: مشرقِ وسطیٰ کی نئی سیاسی تشکیل کا مقدمہ

ابراہم اکارڈ محض ایک سفارتی معاہدہ نہیں بلکہ مشرقِ وسطیٰ میں سیاسی، مذہبی اور جغرافیائی توازن کی از سرِ نو تشکیل کی ایک منظم کوشش ہے۔ اس معاہدے کو 2020ء میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی انتظامیہ نے اس تصور کے تحت پیش کیا کہ چونکہ عرب اور یہودی دونوں اقوام حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہونے کے ناطے ایک مشترکہ مذہبی و نسلی وراثت رکھتی ہیں، لہٰذا اسی تاریخی نسبت کی بنیاد پر خطے میں "امن"، "بین المذاہب ہم آہنگی" اور "اقتصادی تعاون" کے ایک نئے دور کا آغاز ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

اگرچہ ظاہری طور پر یہ معاہدہ عرب دنیا کے لیے سیاسی مفاہمت اور ترقی کے مواقع کا پیغام بن کر سامنے آیا، لیکن اس کے پسِ منظر میں سب سے نمایاں مقصد اسرائیل کو مشرقِ وسطیٰ میں ایک مکمل اور مستقل ریاستی حیثیت دلوانا تھا۔ اس عمل کے نتیجے میں فلسطینی مسئلہ، جو کئی دہائیوں سے عرب سیاست کا بنیادی ستون رہا ہے، عملاً پسِ منظر میں چلا گیا۔

ٹرمپ انتظامیہ نے ابراہم اکارڈ کو مشرقِ وسطیٰ میں امن و خوشحالی کے ضامن کے طور پر پیش کیا، مگر سوال یہ ہے کہ کیا انصاف سے خالی، غیر متوازن اور سیاسی مفادات پر مبنی کسی معاہدے سے حقیقی امن ممکن ہے؟ تاریخ کا سبق یہی

بتاتا ہے کہ ایسے مصنوعی اتحاد وقتی طور پر طاقتوروں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں، مگر وہ عوامی مزاحمت اور آزادی کی روح کو کبھی دبا نہیں سکتے۔

اکتوبر 2023ء میں حماس اور اسرائیل کے مابین ہونے والی جنگ نے ابراہم اکارڈ کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس جنگ نے ثابت کیا کہ فلسطینی عوام اپنے حقِ خودارادیت سے دستبردار نہیں ہوں گے، اور جب تک ان کے سیاسی اور انسانی حقوق کو تسلیم نہیں کیا جاتا، خطے میں کوئی پائیدار امن ممکن نہیں۔

حالیہ تناظر میں جب ایران نے اسرائیلی اور امریکی پالیسیوں کے مقابلے میں فعال ردعمل دیا، تو ڈونلڈ ٹرمپ کی جانب سے ابراہم اکارڈ کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوششوں میں تیزی آئی۔ اطلاعات کے مطابق اب اس معاہدے کے دائرے کو وسیع کر کے سعودی عرب، شام اور دیگر ممالک کو شامل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس اقدام کے پیچھے بظاہر امن کا مقصد دکھائی دیتا ہے، لیکن درحقیقت یہ امریکی خارجہ پالیسی کے تسلسل اور اسرائیلی مفادات کے تحفظ کی ایک نئی حکمتِ عملی ہے۔

ابراہم اکارڈ جیسے اتحاد بنیادی طور پر عوامی خواہشات یا اصولی انصاف پر نہیں بلکہ طاقت، معیشت اور تزویراتی (strategic) مفادات پر مبنی ہوتے ہیں۔ فلسطینی مزاحمت، ایرانی استقامت اور خطے کے کئی ممالک کی مخالفت نے یہ حقیقت آشکار کردی ہے کہ مشرقِ وسطیٰ کے عوام ان معاہدوں کو ایک سیاسی سازش سمجھتے ہیں جس کا مقصد فلسطینی مسئلے کو غیر اہم بنا کر اسرائیل کو خطے میں برتری دلوانا ہے۔

پاکستان اور ایران جیسے ممالک اس صورتحال کو نہایت گہرائی سے دیکھ رہے ہیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی ہمیشہ فلسطینی عوام کے حقِ خودارادیت کی حامی رہی ہے، جبکہ ایران نے عسکری اور سفارتی سطح پر فلسطینی مزاحمت کی عملی مدد کی ہے۔ اس لیے ابراہم اکارڈ کے اثرات اور اس کے پسِ پردہ مقاصد ان دونوں ممالک کے لیے نہ صرف تشویش کا باعث ہیں بلکہ ان کی علاقائی پالیسی کے لیے ایک بڑا چیلنج بھی ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں پائیدار امن اس وقت تک ممکن نہیں جب تک فلسطینی عوام کو ان کا جائز مقام اور بنیادی انسانی حقوق فراہم نہیں کیے جاتے۔ اسرائیل کو خطے میں سیاسی جواز دینے یا عرب ممالک کو اسرائیل کے

ساتھ اتحاد پر آمادہ کرنے کے تمام اقدامات، اگر انصاف اور مساوات کے اصولوں سے خالی ہوں، تو وہ دیرپا استحکام پیدا نہیں کر سکتے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان، ایران اور دیگر مسلم ممالک اس معاہدے کی حقیقی نوعیت کو عالمی برادری پر آشکار کریں، مظلوم اقوام کی اخلاقی و سفارتی حمایت جاری رکھیں، اور اقوام متحدہ سمیت عالمی فورمز پر یہ موقف مؤثر انداز میں پیش کریں کہ جب تک فلسطین کو اس کا حق نہیں ملتا، کوئی بھی امن معاہدہ دراصل ایک عارضی اور مصنوعی حل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔[17]

ابراہم اکارڈ کے مشرق وسطی پر اثرات

ابراہم اکارڈ، جو 2020ء میں امریکہ کی ثالثی سے طے پایا، مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل اور عرب ممالک کے تعلقات کے ایک نئے دور کا آغاز تھا۔ اگرچہ ابتدائی طور پر متحدہ عرب امارات، بحرین، مراکش اور سوڈان نے اس میں شمولیت اختیار کی، مگر وقت گزرنے کے ساتھ اس کے اثرات پیچیدہ اور متنازع بنتے گئے۔

سیاسی اثرات

حالیہ برسوں میں غزہ میں بار بار جنگ بندی کے اعلانات ہوتے ہیں، مگر یہ جنگ بندیاں عارضی ثابت ہوتی ہیں۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی طرف سے ابراہم اکارڈ کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوششیں جاری ہیں، جن میں اس معاہدے کے دائرے کو بڑھا کر سعودی عرب اور شام کو بھی شامل کرنے کی بات کی جا رہی ہے۔ تاہم اسرائیلی میڈیا کے مطابق، سعودی عرب نے واضح کیا ہے کہ جب تک غزہ میں جنگ جاری ہے، وہ کسی بھی نئے معاہدے پر بات نہیں کرے گا۔

مشرقِ وسطیٰ کی سیاسی حرکیات بتاتی ہیں کہ یہ معاہدہ صرف امن کا نہیں بلکہ طاقت کے توازن، سیکورٹی گارنٹی، اور ایران کے اثر و رسوخ کے مقابلے کی حکمتِ عملی کا حصہ ہے۔ اکتوبر 2023ء میں حماس کے اسرائیل پر حملے نے اس معاہدے کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا، اور عرب دنیا میں اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے بارے میں شدید اختلافات پیدا کر دیے۔

اب اسرائیل اور اس کے اتحادی ممالک ''ابراہم اکارڈ'' سے آگے بڑھ کر ''ابراہیم الائنس'' کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں، جس میں شام کی شمولیت پر غور ہو رہا ہے۔ تاہم خطے کے ماہرین کے مطابق، جب تک فلسطینی عوام کے بنیادی حقوق اور خود مختاری کو تسلیم نہیں کیا جاتا، کسی بھی معاہدے یا جنگ بندی سے پائیدار امن ممکن نہیں۔

ترکی، ایران اور پاکستان جیسے ممالک کی پوزیشن بھی اس معاملے میں فیصلہ کن کردار ادا کر سکتی ہے۔ موجودہ صورتحال میں مشرقِ وسطیٰ ایک نازک موڑ پر کھڑا ہے، جہاں ہر فیصلہ خطے کے مستقبل اور عالمی سیاست پر گہرے اثرات مرتب کر سکتا ہے۔[18]

اقتصادی اثرات

اسرائیلی صدر اسحاق ہرزوگ اماراتی صدر محمد بن زید النہیان کے ساتھ ابوظہبی میں جنوری 2022

اگرچہ اسرائیل اور امارات نے کاروبار کے شعبوں میں طویل عرصے سے ڈی فیکٹو شناخت برقرار رکھی تھی جس میں ہیرے کی تجارت اور مصنوعی ذہانت اور دفاع سمیت ہائی ٹیک صنعتیں شامل ہیں، اس معاہدے نے باضابطہ سرمایہ کاری سمیت بہت وسیع پیمانے پر معاشی تعاون کا دروازہ کھول دیا۔[19] نومبر 2021 میں، OurCrowd Arabia ابوظہبی گلوبل مارکیٹ (ADGM) سے لائسنس حاصل کرنے والی پہلی اسرائیلی وینچر کیپیٹل فرم بن گئی اور نومبر 2022 میں، Ourcrowd نے ابوظہبی میں 60 ملین ڈالر کی مشترکہ سرمایہ کاری کے حصے کے طور پر کاروبار کے لیے مصنوعی ذہانت کی پیشکش کرنے والی انٹیگریٹڈ ڈیٹا انٹیلی جنس لمیٹڈ (IDI) کا آغاز کیا۔[20] OurCrowd کے ساتھ مل کر، نومبر 2022 میں، فنٹیک کمپنی لیکویڈیٹی گروپ نے 545 ملین ڈالر کے سرکاری ترغیبی پروگرام کے حصے کے طور پر ایک دفتر کھولا۔ [21]

اسرائیلی اور اماراتی قانونی اداروں کے ایک میزبان بشمول قانونی فرموں اور صحت کی دیکھ بھال فراہم کرنے والوں نے تعاون کا اعلان کیا۔[22] لیشوت، ایک اسرائیلی پانی کے معیار کی جانچ کرنے والی کمپنی دبئی کو براہ راست ترسیل کرنے والی پہلی اسرائیلی کمپنیوں میں شامل تھی۔[23] امارات میں یہودی زائرین کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے متعدد

کوشر ریستوراں کھولے گئے۔ [24] ابوظہبی انویسٹمنٹ آفس نے اسرائیل میں اپنی پہلی بیرون ملک شاخ کھولی۔ [25] اماراتی کاروباروں اور افراد نے اسرائیلی اثاثوں میں حصص حاصل کرنا شروع کر دیے، جیسے بیتار یروشلم فٹ بال ٹیم حیفا پورٹ کمپنی اور اسرائیل ایئرلائنز [26]

اسرائیل کی وزارت دفاع کے مطابق، ان ممالک کو اسرائیلی دفاعی برآمدات کی قیمت جن کے ساتھ اس نے 2020 میں تعلقات معمول پر لائے تھے، 791 ملین ڈالر تک پہنچ گئی۔ [27]

ٹرمپ کے ایلچی جیرڈ کشنر، ان کے خزانے کے سکریٹری اسٹیو منوچن اور اسرائیل میں ان کے سفیر ڈیوڈ فریڈ مین کے پاس اب سعودی عرب، امارات اور قطر کی حکومتوں سے براہ راست اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری حاصل کرنے والے فنڈز میں ملکیت کا حصہ ہے، جس سے مفادات کے تنازعات کے بارے میں شکایات اٹھ رہی ہیں۔ [28]

ماحولیاتی اثرات

14 اگست 2021 کو، ایسوسی ایٹڈ پریس نے ایلاٹ دی کہ اسرائیل اور امارات کے درمیان تیل کا ایک خفیہ معاہدہ، جو 2020 میں ابراہم معاہدوں کے ایک حصے کے طور پر ہوا تھا، نے اسرائیلی ریزورٹ قصبے ایلات کو اماراتی تیل کے لیے مغربی منڈیوں کی طرف جانے کا راستہ بنا دیا تھا۔ توقع کی جا رہی تھی کہ اس سے بحیرہ احمر کی چٹانوں کو خطرہ لاحق ہوگا، جو کرہ ارض پر سب سے بڑے مرجان کے تنوع کی میزبانی کرتے ہیں۔ چونکہ اردن مصر اور سعودی عرب بھی خلیج کے پانیوں میں شریک ہیں، اس لیے ماحولیاتی تباہی سے ان کے ماحولیاتی نظام پر اثر پڑنے کا امکان تھا۔ [29]

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ابراہم اکارڈ کا تجزیاتی مطالعہ

اسلام امن، عدل اور انسانی مساوات کا دین ہے۔ قرآنِ مجید میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ اگر کافر بھی صلح کی درخواست کرے:

"وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ" [30]

"اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔"

یہ آیت اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ اسلام کی بنیاد جنگ نہیں بلکہ انصاف پر مبنی صلح پر ہے۔ تاہم اسلام ایسی صلح کو تسلیم نہیں کرتا جو ظلم، فریب یا کسی قوم کے بنیادی حقوق کی نفی پر قائم ہو۔

اسی تناظر میں جب 2020ء میں امریکہ کی ثالثی سے ابراہم اکارڈ (Abraham Accords) کے نام سے اسرائیل اور متعدد عرب ممالک کے درمیان معاہدہ طے پایا، تو بظاہر اسے "امن"، "بین المذاہب رواداری" اور "ترقی" کا معاہدہ قرار دیا گیا، لیکن حقیقت میں اس کے گہرے سیاسی اور نظریاتی مضمرات ہیں۔ متحدہ عرب امارات، بحرین، مراکش اور سوڈان جیسے ممالک نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات معمول پر لا کر مشرقِ وسطیٰ کے تزویراتی توازن کو بدل دیا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ معاہدہ صرف ایک سفارتی قدم نہیں بلکہ ایک فکری و تہذیبی موڑ ہے جس میں فلسطین کے مظلوم عوام اور ان کے حقِ خودارادیت کو پسِ پشت ڈال دیا گیا۔ قرآنِ مجید نے ظالموں کی حمایت اور ان کے ساتھ دوستی سے روکا ہے:

"وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ"[31]

"اور ظالموں کی طرف نہ جھکنا ورنہ تمہیں آگ چھو لے گی۔"

لہٰذا ابراہم اکارڈ کے تناظر میں اسلامی دنیا کے سامنے یہ سوال کھڑا ہے کہ کیا ایسا امن قابل قبول ہے جو انصاف کے بغیر ہو؟ کیا فلسطینی عوام کی قربانیوں کو نظرانداز کر کے مشرقِ وسطیٰ میں دیرپا امن ممکن ہے؟

مسلمان سکالرز، صحافی اور علماء کے تاثرات

ابراہیم اکارڈ کے اعلان کے بعد عالمِ اسلام میں مختلف فکری، علمی اور مذہبی طبقات کے درمیان اس معاہدے پر گہری بحث و تمحیص شروع ہو گئی۔ مسلم اسکالرز، صحافیوں اور علما نے اپنے اپنے زاویۂ نظر سے اس کے اثرات، مقاصد اور مضمرات کا جائزہ لیا۔ بعض اہلِ فکر نے اسے مشرقِ وسطیٰ میں امن کے قیام کی ایک نئی امید قرار دیا، جبکہ اکثریت نے اسے امتِ مسلمہ کی سیاسی کمزوری، فلسطینی مسئلے سے انحراف، اور اسرائیلی بالادستی کے فروغ کی ایک منظم حکمتِ عملی سے تعبیر کیا۔ اس معاہدے نے مسلمانوں کے مابین نظریاتی و سفارتی اختلافات کو مزید گہرا کر دیا، جس کے نتیجے میں مذہبی رہنماؤں اور دانشوروں کے مابین ایک فکری تقسیم ابھر کر سامنے آئی۔ زیرِ نظر حصہ میں انہی مختلف مسلم مفکرین، علما اور تجزیہ کاروں

کے تاثرات پیش کیے جارہے ہیں، جنہوں نے ابراہیم اکارڈ کو دینی، اخلاقی اور سیاسی تناظر میں پرکھا ہے۔ جیسا کہ جنگ اخبار میں ایک تجزیہ نگار لکھتا ہے:

> ابراہم اکارڈ بظاہر مشرقِ وسطیٰ میں امن کا معاہدہ ہے، مگر درحقیقت یہ سیاسی مفادات، فریب اور طاقت کے توازن کی بازی ہے جس نے فلسطینیوں کے خون اور مظلومیت کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اس معاہدے کے نام پر مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جو مصافحے ہو رہے ہیں، ان کے پس منظر میں تاریخِ ظلم اور خودفریبی کی طویل داستان پوشیدہ ہے۔ حقیقی امن انصاف، رحم اور انسانیت کے اصولوں پر قائم ہوتا ہے، نہ کہ معاہدوں کے پردے میں چھپے استحصالی عزائم پر۔ جس طرح گھریلو جھگڑوں میں غصہ، انا اور انتقام انسان کو اندھا کر دیتے ہیں، اسی طرح اقوام کے درمیان مفاد پر مبنی امن وقتی سکون تو دے سکتا ہے مگر حقیقی مصالحت پیدا نہیں کر سکتا۔ آج اسرائیل خود کو "برگزیدہ قوم" سمجھ کر ظلم روا رکھے ہوئے ہے، جبکہ مغربی طاقتیں خاموش تماشائی ہیں۔ اصل ضرورت "ابراہم اکارڈ" نہیں بلکہ "محمد ﷺ اکارڈ" کی ہے — ایسا معاہدہ جو عدل، رحم اور انسانی وقار پر مبنی ہو، تاکہ غزہ کے معصوم بچوں کا خون امن کی قیمت نہ بنے اور دنیا میں حقیقی انصاف کی بنیاد رکھی جا سکے۔[32]

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم اکارڈ حقیقی امن کا نہیں بلکہ سیاسی مفادات اور طاقت کے توازن کا معاہدہ ہے۔ حقیقی اور پائیدار امن صرف عدل، رحم اور انسانی وقار پر مبنی "محمد ﷺ اکارڈ" سے ہی ممکن ہے۔

حسن نثار اپنے پروگرام بلیک اینڈ وائٹ میں مفہوما یہ کہتے ہیں:

> اگر ابراہم اکارڈ کو قبول کرنے سے بنی نوع انسان میں قتل و غارت ختم ہو جائے تو اس سے بہترین فلاح نہیں ہو سکتی۔ ہم نے ہندوستان کو بھی تو قبول کیا ہوا ہے۔ وہ ہمارا دوست تو نہیں۔[33]

حسن نثار کے مطابق جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر اس سے قتل و غارت ختم ہو جائے۔ اور فلسطین پر ظلم نہ ہو۔ تو قبول کرنے میں کوئی ممانعت نہیں۔

مفتی عبدالودود کہتے ہیں:

ابراہم اکارڈ 2020ء میں امریکہ کی ثالثی سے اسرائیل اور چند عرب ممالک —— متحدہ عرب امارات، بحرین، مراکش اور سوڈان —— کے درمیان طے پانے والا ایک تاریخی سفارتی معاہدہ ہے جس نے مشرقِ وسطیٰ کی سیاست کا نقشہ بدل دیا۔ بظاہر اسے امن، ترقی اور مذہبی رواداری کے عنوان سے پیش کیا گیا، مگر درحقیقت یہ ایران کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کے خلاف ایک غیر علانیہ اتحاد اور اسرائیل کو خطے میں سفارتی جواز دینے کی کوشش تھی۔ عرب ممالک نے اپنے قومی و معاشی مفادات کے پیشِ نظر فلسطینی مسئلے کو پسِ پشت ڈال کر اسرائیل سے تعلقات قائم کیے، جس کے نتیجے میں اسرائیلی تسلط مضبوط ہوا اور فلسطینی عوام مزید تنہائی کا شکار ہوئے۔ اسرائیل کو عرب دنیا میں نئی تجارتی منڈیاں اور سیاسی قبولیت ملی جبکہ امریکہ نے مشرقِ وسطیٰ میں اپنی برتری مستحکم کی۔ تاہم، فلسطینیوں کے لیے یہ معاہدے پیٹھ میں خنجر کے مترادف ثابت ہوئے کیونکہ ان کے حقوق اور خودمختاری کے مطالبات نظرانداز کر دیے گئے۔ پاکستان نے اصولی موقف اختیار کرتے ہوئے واضح کیا کہ وہ اسرائیل کو اس وقت تک تسلیم نہیں کرے گا جب تک 1967ء کی سرحدوں کے مطابق ایک آزاد فلسطینی ریاست قائم نہیں ہو جاتی، اور اس مؤقف سے انحراف قومی مفاد اور بانیِ پاکستان کے نظریے سے غداری کے مترادف ہوگا۔[34]

مفتی عبدالودود کے مؤقف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابراہیم اکارڈ دراصل امن کے نام پر اسرائیلی تسلط کو مضبوط کرنے اور ایران کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کی ایک سیاسی حکمتِ عملی ہے۔ یہ معاہدہ فلسطینی عوام کے حقوق سے انحراف اور مسلم دنیا کی اصولی خارجہ پالیسی کے لیے ایک فکری و اخلاقی چیلنج ہے۔

ابراہم اکارڈ اور مسیحیوں کے تاثرات

ابراہم اکارڈ کے حوالے سے مثبت اور تنقیدی دونوں زاویے شامل ہیں:

مثبت/تسلیماتی آراء

- کروسٹوفر وائٹ نے اظہار کیا کہ یہ معاہدہ صرف سیاسی نہیں بلکہ مذہبی اور بین المذاہب نقطۂ نظر سے بھی اہم ہے، جہاں مسیحی، یہودی اور مسلمان مشترکہ سمت میں آرہے ہیں۔[35]

- ایوانجیلیک (Evangelical) مسیحی اسے اسرائیل کے لیے اور خطے میں امن کے لیے ایک روحانی پیش رفت قرار دیتے ہیں۔[36]
- ایک مسیحی صہیونی (Christian Zionist) نقطۂ نظر سے یہ معاہدہ اسرائیلی قوم کی بازیابی اور امن کی امید کے حوالے سے اہم ہے۔[37]

تنقیدی یا محتاط آراء

- بعض مسیحی رہنما اس معاہدے کی تائید کر رہے ہیں مگر بعض منظر نامے میں اسے اسرائیل کی پالیسی کی تائید یا مستقبل کے تنازعات کا حصہ بھی تصور کیا گیا ہے۔[38]
- ہربرٹ کلمن کے مطابق، اگرچہ مذہبی بنیادوں سے اس کی حوصلہ افزائی ہوئی، تاہم معاہدے کے بعض نکات (مثلاً فلسطینی مسئلے کی عدم شمولیت) مذہبی اور اخلاقی تناظر سے سوالات پیدا کر رہے ہیں۔[39]

ابراہم اکارڈ اور یہودیوں کے تاثرات

یہودی ابراہم اکارڈ کو امن کا پیش خیمہ خیال کرتے ہیں جیسا کہ

Jewish Council for Public Affairs نے ایک قرارداد جاری کی ہے جس میں اس معاہدے کی تعریف کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اسرائیل اور مختلف عرب ممالک کے مابین تعلقات کی عام کاری کو سراہا جانا چاہیے۔[40]

ربی نوام مارنس کہتے ہیں:

> پورے مشرقِ وسطیٰ اور شمالی افریقہ میں بین المذاہب قیادت کے لیے یہ ایک موقع ہے کہ وہ مذہب کو پائیدار اور مستقل ترقی کے ایک ایسے ذریعہ کے طور پر استعمال کرے جو وقتی سیاسی تبدیلیوں سے کم متاثر ہو۔[41]

حاصل بحث

مندرجہ بالا دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ ابراہم اکارڈ کی حقیقت ایک آزمائش ہے۔ ایک چمکدار نعرہ جس کے پردے میں خطے (مشرق وسطی) کی مزاحمت کو کچلنے اور اسرائیل کی بالادستی کو یقینی بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ انتہائی

خوش آئند قدم ہوتا اگر اس کے تحت فلسطین کو بھی اپنی علیحدہ خود مختار ریاست مل جاتی یا کم از کم انہیں جینے کا حق مل جائے مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔

سفارشات و تجاویز

1۔ **فلسطینی عوام کے بنیادی حقوق کا احترام:** مشرقِ وسطیٰ میں پائیدار امن اسی وقت ممکن ہے جب فلسطینی عوام کو اُن کے جائز سیاسی و انسانی حقوق حاصل ہوں، خصوصاً خود مختار ریاست کے قیام کو عالمی سطح پر تسلیم کیا جائے۔

2۔ **ابراہم اکارڈ کا از سرِ نو جائزہ:** اس معاہدے کے عملی اثرات کو دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ اس میں فلسطینی نمائندوں کو شامل کیا جائے تاکہ یہ معاہدہ صرف سیاسی نہیں بلکہ حقیقی امن کا ذریعہ بن سکے۔

3۔ **بین المذاہب مکالمے کا فروغ:** چونکہ ابراہم اکارڈ تینوں ابراہیمی مذاہب (اسلام، مسیحیت، یہودیت) کے مابین تعلقات سے متعلق ہے، لہٰذا مذہبی رہنماؤں کو امن، انصاف اور احترام انسانیت کے فروغ میں فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔

4۔ **مسلم ممالک کا مشترکہ مؤقف:** اسلامی ممالک کو چاہیے کہ وہ او آئی سی (OIC) کے پلیٹ فارم سے ایک متحدہ پالیسی اپنائیں تاکہ فلسطینی مسئلے کو عالمی ایجنڈے پر مؤثر انداز میں اجاگر کیا جا سکے۔

5۔ **بین الاقوامی طاقتوں کی غیر جانب داری:** امریکہ، اقوام متحدہ اور یورپی ممالک کو اسرائیل یا کسی ایک فریق کی حمایت کے بجائے غیر جانب دار کردار ادا کرنا چاہیے تاکہ امن کے امکانات حقیقی طور پر پیدا ہوں۔

6۔ **میڈیا اور سفارتی دباؤ کا استعمال:** عالمی میڈیا کو فلسطینی مظلومیت اور انسانی حقوق کی پامالی کو نمایاں کرنا چاہیے، جبکہ مسلم ممالک کو سفارتی سطح پر اسرائیلی جارحیت کے خلاف مؤثر لابنگ کرنی چاہیے۔

7۔ **تعلیمی و فکری سطح پر شعور کی بیداری:** مسلم نوجوان نسل میں فلسطین کے تاریخی و مذہبی پس منظر کے بارے میں آگاہی پیدا کی جائے تاکہ وہ اس مسئلے کو جذبات نہیں بلکہ علم و تحقیق کی بنیاد پر سمجھ سکیں۔

8۔ **خطے میں معاشی و سماجی انصاف کا قیام:** امن صرف سیاسی معاہدات سے ممکن نہیں۔ جب تک غزہ، غربِ اردن اور عرب دنیا میں معاشی مساوات، روزگار، تعلیم اور انسانی وقار کو یقینی نہیں بنایا جاتا، پائیدار استحکام ممکن نہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات و حواشی (References)

[1] Moroccan Foreign Minister Bourita Says Abraham Accords Provide "Incredible Momentum" for Peace in Middle East, American Jewish committee, June 12, 2023 , retrieved on October 24,2025, https://www.ajc.org/news/moroccan-foreign-minister-bourita-says-abraham-accords-provide-incredible-momentum-for-peace

[2] "The Abraham Accords"- U.S. Department of States, October 22, 2020 , retrieved on October 24,2025, https://www.state.gov/the-abraham-accords/

[3]Enab Baladi,Syria on brink of joining Abraham Accords, June 27, 2025 , retrieved on October 24,2025, https://english.enabbaladi.net/archives/2025/06/syria-on-brink-of-joining-abraham-accords/

[4] Jeremy Pressman, "A Brief History of the Arab-Israeli Conflict" (PDF), University of Connecticut, June 1, 2016. retrieved on October 24,2025, https://jeremy-pressman.uconn.edu/wp-content/uploads/sites/1324/2015/05/arab-israeli-history-3.0.pdf

[5] Vivian Salama, "'An Open Secret': Saudi Arabia and Israel Get Cozy," NBC News, November 15, 2017. retrieved on October 24,2025,. https://www.nbcnews.com/news/mideast/open-secret-saudi-arabia-israel-get-cozy-n821136

[6] David Pollock, "The New Normal: Today's Arab Debate Over Ties With Israel," The Washington Institute for Near East Policy, August 25, 2016. retrieved on October 24,2025,. https://www.washingtoninstitute.org/policy-analysis/new-normal-todays-arab-debate-over-ties-israel

[7] "Israeli PM Netanyahu Makes Rare Visit to Oman." Reuters, October 26, 2018. Accessed February 2, 2024. https://www.reuters.com/article/idUSKCN1N01VI/

[8] ایضا

[9] Arie Egozi, "Israel Meets with UAE, Declares It's Joining Persian Gulf Coalition," Breaking Defense, August 16, 2019, retrieved on October 24,2025, https://breakingdefense.com/2019/08/israel-meets-with-uae-declares-its-joining-persian-gulf-coalition/

[10] New-York Times,02-02-2024

[11]Ahren Raphael, "In Warsaw, Pence Hails Sight of Netanyahu 'Breaking Bread' with Arab Leaders," The Times of Israel, February 14, 2019. , retrieved on October 24,2025. https://www.timesofisrael.com/at-warsaw-conference-pence-hails-netanyahu-breaking-bread-with-arab-leaders

[12] "Trump Reveals Israeli-Palestinian Peace Plan." DW, January 28, 2020. , retrieved on October 24,2025. https://www.dw.com/ en/trump-reveals-israeli-palestinian-peace-plan/a-52179629

[13] New-York Times,07-02-2020

[14] The guardian 07-02-2024

[15] Habib Akram, "The Abraham Accords: What Really Happens When You Recognize Israel? | Habib Akram V-Log #75," YouTube video, 10:14, posted July 7, 2025, https://www.youtube.com/watch?v=KNRim6Ca32c

[16] I.B.I.D

[17] شاہ، سید عباس حیدر (سید رحمان شاہ)۔ ،ابراہم اکارڈ، امن کی دستک یا مفادات کا نیا جال؟،28 جون، 2025ء، https://www.islamtimes.com/ur/article/1217359

Shah, Sayyid 'Abbas Haidar (Sayyid Rahman Shah), Ibrahim Accord: Aman ki Dastak ya Mafadat ka Naya Jaal?, 28 June 2025, Islam Times,https://www.islamtimes.com/ur/article/1217359

[18] ذراہٹ کے،ڈان نیوز، نشر شدہ بتاریخ2جولائی2025

Zara Hat Ke, Dawn News, nashr shudah ba-tarikh 2 July 2025

[19] Ronen Shnidman, "Diamond Trade Binds Israel and the UAE Together," CTECH, November 27, 2018 retrieved on October 24,2025.. https://www.calcalistech.com/ctech/articles/0,7340,L-3750800,00.html

[20] Steven Scheer, "Israeli Venture Firm OurCrowd Gets License to Operate in the UAE," Reuters, November 22, 2021 retrieved on October 24,2025.. https://www.reuters.com/markets/us/israeli-venture-firm-ourcrowd-gets-license-operate-uae-2021-11-22/

[21] Ricky Ben-David, "Two Israeli Companies Join $545m Innovation Program in Abu Dhabi," The Times of Israel, November 16, 2022. retrieved on October 24,2025.. https://www.timesofisrael.com/two-israeli-companies-join-545m-innovation-program-in-abu-dhabi/

[22] "Israeli, UAE Lawyers to Open Annual IBA Global Conference," Globes, February 11, 2020. Archived from the original on November 2, 2020. retrieved on October 24,2025.. https://en.globes.co.il/en/article-israeli-and-uae-friends-and-lawyers-to-open-annual-iba-global-conference-1001347958

[23] Dan Zaken, "DHL Flies First Consignments Direct from Israel to Dubai," Globes, March 9, 2020. retrieved on October 24,2025. https://en.globes.co.il/en/article-dhl-flies-first-consignments-direct-from-israel-to-dubai-1001341501

[24] Gulf News, November 15, 2020.

[25] Varun Godinho, "Abu Dhabi Investment Office to Open First International Branch in Tel Aviv," Gulf Business, September 17, 2020 retrieved on October 24,2025.. https://gulfbusiness.com/abu-dhabi-investment-office-to-open-first-international-branch-in-tel-aviv

[26] Danny Zaken, "UAE Businessman Buys 50% Beitar Jerusalem Stake," Globes, July 12, 2020 retrieved on October 24,2025.. https://en.globes.co.il/en/article-uae-businessman-buys-50-beitar-jerusalem-stake-1001352172

[27] Daniel Avis, “Israel’s ‘Abraham Accords’ 2021 Defense Exports Hit $791 Million,” *Bloomberg*, April 12, 2021. https://www.bloomberg.com/news/articles/2022-04-12/israel-s-abraham-accords-2021-defense-exports-hit-791-million

[28] Isaac Stanley-Becker, “How Trump Advanced Arab-Israeli Peace but Fueled Palestinian Rage,” The Washington Post, retrieved on October 24,2025.. https://www.washingtonpost.com/politics/2024/02/10/trump-israel-gaza-war/

[29] Ilan Ben Zion, “Secretive Israel-UAE Oil Deal Endangers Prized Eilat Corals,” Associated Press, August 14, 2021. retrieved on October 24,2025.. https://apnews.com/article/europe-middle-east-business-israel-environment-and-nature-f159e6350d9c8c391db98589fd516002

[30] الانفال8:61

Al-Infaal 8:16

[31] ہود11:113

Hud 11: 113

[32] بلال الرشید، "ابراہیمی معاہدہ اور مسلمان"، روزنامہ جنگ،16جولائی2025۔

Bilal al-Rashid, “Ibrahimi Mu‘ahida aur Musalman”, Roznama Jang, 16 July 2025.

[33] بلیک اینڈ وائٹ، سماء نیوز،5جولائی،2025

Black and White, Samaa News, 5 July 2025.

[34] JTR Media Official, “Abraham Accords: Pakistan’s Stance & Future | Middle East Story,” YouTube video, 17:41, premiered July 10, 2025. https://www.youtube.com/watch?v=-miRLZYSOTk

[35] White, Christopher. “Don’t Forget the Interreligious Dimensions of the Abraham Accords.” National Catholic Reporter, Tel Aviv, Israel — June 22, 2023. retrieved on October 24,2025. https://www.ncronline.org/vatican/view-vatican/dont-forget-interreligious-dimensions-abraham-accords

[36] Nicole Jansezian. “The Abraham Accords Are an Answer to Prayer – ‘A Tectonic Shift in the Region,’ Says Joel Rosenberg.” Christian Learning, June 3, 2022. retrieved on October 24,2025. https://www.christianlearning.com/the-abraham-accords-are-an-answer-to-prayer-a-tectonic-shift-in-the-region-says-joel-rosenberg

[37] “The Abraham Accords: A Christian Zionist’s View.” Israel and Christians ,Today, 3 November 2020. retrieved on October 24,2025. https://israelandchristians.today/aus/oct-nov-2020/the-abraham-accords-a-christian-zionists-view

[38] William Koenig, A few Christian leaders misguided support of Peace to Prosperity Plan and the Abraham Accords, October 2, 2020,

https://watch.org/eye-to-eye/few-christian-leaders-misguided-support-peace-prosperity-plan-and-abraham-accords-william

[39] Herbert C. Kelman Institute for Interactive Conflict Transformation. "The Abraham Accords: In Praise of Tradition." Accessed October 25, 2025. https://www.kelmaninstitute.org/2021/08/29/the-abraham-accords-in-praise-of-tradition/

[40] http://jewishpublicaffairs.org/press-release/resolution-on-supporting-the-abraham-accords/

[41] White, Christopher. "Don't Forget the Interreligious Dimensions of the Abraham Accords." National Catholic Reporter, Tel Aviv, Israel — June 22, 2023. retrieved on October 24,2025. https://www.ncronline.org/vatican/view-vatican/dont-forget-interreligious-dimensions-abraham-accords